بدرالانوار

اعلیٰحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بزرگانِ دین کے تبرّکات کا اسلام میں کیا مقام ہے۔

تقدیم

انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے عظام رضی اللہ عنہم کے جسم اقدس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز متبرک ہے، بنیادی طور پر اسلام میں بزرگان دین کے آثار و تبرکات کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو ان کی تعظیم و تکریم اس لئے کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ یہ تمام چیزیں بالآخر خدا کی یاد اور اس کے قرب کا ذریعہ ہیں۔

قرآن نے ان تبرکات کو "شعائر اللہ" اور "آیات اللہ" سے تعبیر کیا ہے، صفا اور مروہ دو مشہور پہاڑ ہیں، جن پر حاجی صاحبان دورانِ حج چڑھتے ہیں اور ان کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ اس تمام تگ و دو کی حقیقت تاریخی طور پر صرف اتنی ہے کہ اللہ کی ایک نیک بندی ہاجرہ علیہا السلام اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی طلب میں اس مقام پر دوڑتی تھیں اور ان پہاڑیوں پر چڑھتی تھیں اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا پسند آئی کیونکہ اس میں تلاش مقصود کے لئے جس لگن کا اظہار تھا اور اس کے لئے جو عملی کاوش تھی وہی عبد مومن میں پیدا ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو پہاڑیوں کو جنھیں

اللہ کی نیک بندی سے ایک گونہ تعلق ہو گیا تھا "شعائر اللہ" سے تعبیر فرمایا
ارشاد ہوا،

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ؕ

یقیناً صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔

پھر فرمایا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○

اور جو بھی اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا تو یہ (تعظیم) دلوں کی پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔

قرآن کریم نے بیت اللہ اور اس کے چپہ چپہ کو اپنی کھلی ہوئی نشانیوں کا مرکز قرار دیا ہے، جب ہم تاریخ کے آئینے میں ان تمام نشانیوں کو دیکھتے ہیں، جنھیں اللہ کی نشانیاں قرار دیا گیا ہے، تو یہ سب کی سب اللہ کے نیک بندوں سے کوئی نہ کوئی نسبت رکھتی ہیں۔

قرآنِ کریم میں ہے:

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ

اس میں (نشانیاں) واضح ہیں (مثلاً) مقام ابراہیم ہے۔

اس آیت میں پوری وضاحت سے بتا دیا گیا کہ وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی، وہ بھی "آیۂ بیّنہ" ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بزرگان دین کے تبرکات اسلام میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں، اور ان کی تعظیم و تکریم کسی طرح بھی شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے، اور خدا کی عظمتِ شان کی معرفت کا زینہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اس امت کے بزرگان دین کے تبرکات بھی اب تک موجود ہیں، اور انکار کرنا ایسا ہے جیسا کہ بعض لوگ احادیث کا انکار کرتے ہیں، اگر کچھ ضعیف حدیثیں ہیں تو اس کا مطلب یہ کب ہوا کہ تمام احادیث پر ضعف کا حکم بہ یک مشت تھوپ دیا جائے، اور اگر کہیں کچھ جعلی تبرکات ہیں، تو حقیقی آثار و تبرکات کے انکار کی کیا وجہ ہے؟ اس اجمال کی تفصیل اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ بدر الانوار فی آداب الآثار ۱۳۲۶ھ میں ملاحظہ ہو،

رسالے کے نام کا ترجمہ یہ ہے:
آثار (نشانات) کے آداب میں انوار کا چاند۔

مرتب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

فصل اوّل

مسئلہ: از اجمیر شریف درگاہ معلّٰی، مرسلہ حضرت سید حبیب اللہ قادری، دمشقی، طرابلسی، شامی، ۲۸ رجمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ

ماقولکم، دام فضلکم۔

ایک شخص اپنے وعظ میں صاف انکار کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی تبرک اور حضور کے آثار شریفہ سے کوئی چیز اصلاً[1] باقی نہیں، نہ صحابہ کے پاس تبرکات شریفہ سے کچھ تھا نہ کبھی کسی نبی کے آثار سے کچھ تھا۔ امید کہ اس کا جواب بحوالہ احادیث و کتاب ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمداً یکافئ فضلہ وانعامہ و

---

[1] بالکل ۱۲

یحلنا برضاہ دارالمقامۃ دارا ذات برکۃ وسلامۃ
لا مخافۃ فیہا ولا سآمۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ
نبی التہامۃ خیر من لبس الجبۃ والنعل والعمامۃ
وعلیٰ آلہٖ وصحبہ ذوی الکرامۃ الناصحین لامتہ
المبلغین احکامہ المعظمین اشارہ بعدہ وامامہ
صلاۃ تتنمی وتتنمی الیٰ یوم القیٰمۃ ، امابعد. یہ فتاویٰ ہیں
متعلق تبرکات شریفہ وآثار لطیفہ کہ ان کا ادب کیسا ہے اور ان کے ثبوت
میں کیا دیکھا ہے، اور بے سند ہوں تو کیا کرنا چاہیئے۔ اور زیارت پر
نذرانہ لینے دینے، مانگنے کے مسٔلے جن کا فقیر سے سوال ہوا، اور
مجموع کا بدر الانوار فی آداب الآثار نام ٹھہرا والحمد
للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی المولےٰ وآلہٖ اجمعین۔

ایسا شخص آیات واحادیث کا منکر اور سخت جاہل خاسر
یا کمال گم راہ فاجر ہے، اس پر توبہ فرض ہے اور بعد اطلاع بھی
تائب نہ ہو تو ضرور گم راہ بددین ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

دلیل (۱)

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ	بے شک سب میں
لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا	پہلا گھر کہ لوگوں کے
وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ	لئے مقرر فرمایا گیا
اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ	وہ ہے جو مکہ میں ہے

برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا ہے
اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے
ہونے کی جگہ۔
جس پر کھڑے ہو کر انھوں نے کعبۂ معظمہ بنایا اور ان کے قدم پاک کا
نشان اس میں بن گیا۔ اجلۂ محدثین عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و
ابن ابی حاتم و ارزقی نے امام اجل مجاہد تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آیۂ کریمہ کی تفسیر میں روایت کی۔

قال اثر قدمیه فی المقام آیة بینة ؎

فرمایا۔ کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں قدم پاک کا اس پتھر میں نشان ہو جانا یہ کھلی نشانی ہے۔

جسے اللہ عزوجل آیت بینٰت، فرمارہا ہے۔
تفسیر کبیر میں ہے:

الفضیلة الثانیة لهذا البیت مقام ابراهیم وهو الحجر الذی وضع ابراهیم قدمه علیه فجعل الله ماتحت قدم ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام

یعنی، کعبۂ معظمہ کی دوسری فضیلت مقام ابراہیم ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا، تر مٹی کی طرح نرم

من ذلك الحجر دون سائر
اجزائه كالطين حتى
غاص فيه قدم ابراهيم
عليه الصلوٰة والسلام
وهذا مما لايقدر
عليه الا الله تعالىٰ ولا يظهره
الا على انبيائه ثم لما
رفع ابراهيم عليه الصلوٰة
والسلام قدمه عنه
خلق فيه الصلابة الحجرية
مرة اخرى ثم انه تعالىٰ
ابقى ذلك الحجر على سبيل
الاستمرار والدوام فهذه
انواع من الآيات العجيبة
والمعجزات الباهرة اظهرها
الله تعالىٰ فى ذلك الحجر۔

ہوگیا۔ یہاں تک کہ ابراہیم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک
اس میں پیر[ل] گیا اور یہ خاص
قدرت الٰہیہ و معجزۂ انبیاء ہے
پھر جب ابراہیم علیہ الصلاۃ
والسلام نے قدم اٹھایا، اللہ
تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے
میں پتھر کی سختی پیدا کر دی کہ
وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا
پھر اسے حق سبحانہ نے
مدت ہا مدت باقی رکھا
تو یہ اقسام اقسام کے عجیب
وغریب معجزے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر
فرمائے۔

ارشاد العقل السلیم میں ہے :-

ل دھنس گیا ۱۲

ان واحدًا منها	یعنی، اسی ایک پتھر کو مولیٰ
اثر قدمیه فی صخرة	تعالیٰ نے متعدد آیات فرمایا.
صماء غوصه فیها الی	اس لئے کہ اس میں ابراھیم
الکعبین وَاِلانَتُه بعض	علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان
دون بعض والبقائه	قدم ہو جانا ایک۔ اور ان کے
دون سائر ایات	قدموں کا گٹّوں تک اس میں
الانبیاء علیہ الصلوٰۃ	پیر جانا، دو اور پتھر کا ایک
والسلام وحفظه مع	ٹکڑا نرم ہو جانا باقی کا اپنے
کثرة الاعداء الوف	حال پر رہنا تین۔ اور معجزات
سنة ایة مستقلة ؕ	انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ

والسلام میں اس معجزے کا باقی رکھنا چار۔ اور باوصف کثرت اعداء ہزاروں برس اس کا محفوظ رہنا پانچ۔ یہ ہر ایک بجائے خود ایک آیت اور ایک معجزہ ہے۔

دلیل (۲)

مولیٰ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ — بنی اسرائیل کے نبی (شمویل

اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥

علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ان سے فرمایا کہ سلطنت طالو کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ وہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں فرشتے اسے اٹھا کر لائیں۔ بے شک اس میں تمہارے لئے عظیم نشانی ہے، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

○

وہ تبرکات کیا تھے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہ ان کی برکات تھیں کہ نبی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مرادمیں اس سے توسّل کرتے اجابت دیکھتے۔

ابن جریر وابن ابی حاتم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں۔

وبقیۃ مما ترک اٰل موسیٰ تابوت سکینہ میں تبرکات موسویہ

عصاہ ورضاض الالواح۔ — سے ان کا عصا تھا، اور تختیوں کی کرچیں۔

وکیع بن الجراح وسعید بن منصور وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابوصالح تلمیذ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال کان فی التابوت عصا موسیٰ وعصا ھٰرون وثیاب موسیٰ وثیاب ھٰرون و لوحان من التوراۃ والمن وکلمۃ الفرج لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم وسبحٰن اللہ رب السمٰوٰت السبع ورب العرش العظیم والحمد للہ رب العٰلمین۔ — تابوت میں سے موسیٰ وہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے عصا اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توریت کی دو تختیاں اور قدرے منؔ[1] کہ بنی اسرائیل پر اترا۔ اور یہ دعائے کشائش لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم الخ

معالم التنزیل میں ہے:

کان فیہ عصا موسیٰ ونعلاہ — تابوت میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ

---

[1] من ایک سپید اور میٹھی چیز تھی، جو بنی اسرائیل پر نازل ہوئی۔ صبح کے وقت کُہر کے مانند گرتی تھی اور پتوں پر آئس کریم کی طرح جم جاتی تھی ۱۲ مرتب

وعمامة هٰرون وعصاه

والسلام کا عصا اوران، کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ وعصا۔

دلیل (۳)۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

ان النّبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا بالحلاق وناول الحالق شقه الایمن فحلقه ثم دعا اباطلحة الانصاری فاعطاه ایاه ثم ناول الشق الایسر فقال احلق فحلقه فاعطاه اباطلحة فقال اقسمه بین الناس ؎

یعنی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجام کو بلاکر سرمبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا۔ پھرابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلاکر وہ سب بال انھیں عطا فرمادیئے، پھر بائیں جانب کے بالوں کو حکم فرمایا اور وہ ابوطلحہ کو دیئے کہ انھیں لوگوں میں تقسیم کردو۔

دلیل (۴)

صحیح بخاری شریف کتاب اللباس میں عیسیٰ بن طہمان سے ہے:۔

قال اخرج الینا انس بن مالك رضی اللّٰہ تعالےٰ

انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ دو نعل مبارک

عنه نعلين لهما قبالان فقال ثابت البنانی هذا نعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ؛

ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے ان کے شاگرد رشید ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مقدس ہے

دلیل (۵)

صحیحین میں ابو بردہ سے ہے :

اخرجت الینا عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کساء ملبدا وازارا غلیظا فقالت قبض روح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ھذین ؛

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک رضائی یا کمبل اور ایک موٹا تہبند ہمیں نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ وقت وصال اقدس، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ دو کپڑے تھے .

صحیح مسلم میں حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہما سے ہے :

دلیل (۶)

انها اخرجت جبة طيالسية كسروانية لها

یعنی ، انھوں نے ایک اونی جُبہ کسروانی ساخت نکالا

لبنة دیباج وفرجیھا مکفوفین بالدیباج وقالت ھذہ جبة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت عند عائشة فلما قبضت قبضتھا وکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبسھا فنحن نغسلھا للمرضی نستشفے بھا۔

اس کی پلیٹ ریشمین تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا، اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ ام المومنین صدیقہ کے پاس تھا۔ ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھو دھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا چاہتے ہیں۔

دلیل (۷)

صحیح بخاری میں عثمان بن عبداللہ بن مواہب سے ہے:

قال دخلت علی ام سلمة فاخرجت الینا شعرا من شعر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخضوبا۔

میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی۔ اس پر خضاب کا اثر تھا۔

یہ چند احادیث خاص صحیحین سے لکھ دیں اور یہاں احادیث میں کثرت اور اقوال آئمہ کا تواتر بشدت اور مسئلہ خود واضح اور اس کا انکار جہل فاضح ہے، لہٰذا صرف ایک عبارت شفا شریف پر اقتصار کریں فرماتے ہیں:

ومن اعظامه واکباره
صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم
اعظام جمیع اسبابه واکرام
مشاهده وامکنته من
مکة والمدینة ومعاهده
وما لمسه او عرف به
وکانت فی قلنسوة خالد
بن الولید رضی اللہ تعالیٰ
عنه شعرات من شعره
صلی اللہ تعالیٰ علیه
وسلم فسقطت قلنسوته
فی بعض حروبه فشد
علیها شدة انکر علیه
اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیه وسلم کثرة من

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک جزء یہ بھی ہے، کہ جس چیز کو حضور سے کچھ علاقہ ہو، اور مقامات مکہ و مدینہ۔ حضور نے اسے چھوا ہو یا حضور کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو، اس سب کی تعظیم کی جائے۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں چند موئے مبارک تھے۔ کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی، خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لئے ایسا شدید حملہ فرمایا جس پر اور صحابہ کرام نے انکار کیا اس لئے کہ

قتل فيها فقال لم افعلها بسبب القلنسوة بل لما تضمنته من شعره صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لئلا تسلب برکتها وتقع فی ایدی المشرکین وروی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما واضعا یده علی مقعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من المنبر ثم وضعها علی وجهه ۔

اس شدید وسخت حملے میں بہت سے مسلمان کام آئے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میرا یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہ تھا بلکہ موئے مبارک کے لئے تھا کہ مبادا اس کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ نہ لگیں۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ منبر اطہر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو جگہ جلوس اقدس کی تھی اسے ہاتھ سے مس کر کے وہ ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیا۔

اللهم ارزقنا حب حبيبك وحسن الادب معه ومع اولیائك امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارك وسلم و علیهم اجمعین۔

خالد بن ولید کی حدیث ابو یعلے اور عبداللہ بن عمر کی حدیث ابن سعد نے طبقات میں روایت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصلِ دُوم

مسئلہ: از بستی مرسلہ مولوی مفتی عزیز الحسن صاحب ۹ رشوال ۱۳۱۰ھ۔

جناب مولانا سراپا فیض، مجسم علم و حلم معظم و مکرم دام مجدہم۔
پس از سلام مسنون باعث تکلیف آں جناب یہ ہے کہ ایک شخص برکت آثار بزرگان سے منکر ہے اور کہتے ہیں کہ بزرگوں کے خرقہ و جبہ وغیرہ سے کوئی برکت حاصل نہیں ہوتی، چونکہ وہ پڑھے لکھے ہیں، یہ امر قرار پایا ہے کہ اگر سو برس سے قبل کے کسی عالم نے اپنی کتاب میں اس برکت کو تحریر کیا ہو، تو میں مان لوں گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے جبّہ وغیرہ میں گفتگو نہیں ہے۔ والسلام۔

الجواب: برکت آثار بزرگان سے انکار آفتاب روشن کا انکار ہے۔ معہذا جب برکت آثار شریفہ حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلم اور یہ ظاہر کہ اولیاء و علماء حضور کے ورثا ہیں تو ان کے آثار میں برکت کیوں نہ ہوگی۔ کہ آخر وارث برکات و وارث ایراث برکات ہیں۔ فقیر غفرلہٗ تعالیٰ کہ اتمام حجت کے لئے چند عبارات ائمہ و علماء کہ وہ سب آج سے سو برس پہلے اور بعض

پانسو چھ سو برس پہلے کے تھے، حاضر کرتا ہے۔ کتب مطبوعہ کا نشان جلد و صفحہ بھی ظاہر کر دیا جائے گا، کہ مراجعت میں آسانی ہو:۔

۱۔ امام اجل ابوزکریا نووی جن کی ولادت باسعادت ۶۳۱ھ اور وفات شریف ۶۷۶ھ میں ہوئی، شرح صحیح مسلم شریف میں، زیر حدیث عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انی احب ان تاتینی وتصلی فی منزل فاتخذہ مصلی، فرماتے ہیں:

فی هذا الحدیث انواع من العلم وفیه التبرک بآثار الصالحین وفیه زیارة العلماء والصلحاء الکبار واتباعهم و تبریکهم ایاهم: ج ۱ صفحہ ۲۴ نیز:

اس حدیث میں علم کی کئی اقسام ہیں، اس سے صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا، علماء و صلحاء کی زیارت کرنا، ان کی اتباع کرنا اور ان سے تبرک حاصل کرنا = م

۲۔ اسی حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

فی حدیث عتبان هذا فوائد کثیرة منها التبرک بالصالحین وآثارهم والصلاة فی المواضع التی صلوا بها وطلب التبریک

عتبان کی اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں، منجملہ ان کے صالحین اور ان کے آثار سے تبرک حاصل کرنا، ان مقامات میں نماز پڑھنا جن

منهم ؛ ج ا صفحه ۲۳۲

میں انھوں نے نماز پڑھی ہو اور ان سے طلب تبرک کرنا، م

۳. اسی میں زیر حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فخرج بلال بوضوئه فمن نائل وناضح فرمایا فیه التبرك بآثار الصالحین واستعمال فضل طهورهم وطعامهم وشرابهم ولباسهم ؛ ج ا صفحه ۱۹۶

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے وضو کا پانی لے کر نکلے تو کوئی اسے لیتا تھا اور کوئی ملتا تھا، اس کی شرح میں ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نیکوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا، ان کے بچے ہوئے پانی، کھانے پینے کی چیز اور لباس سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔ م۔

۴. اسی میں زیر حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

مایوتی باناء الا غمس یده فیه فرمایا، فیه التبرك بآثار الصالحین ؛

جو برتن بھی آپ کے پاس لایا جاتا تھا آپ اس میں ہاتھ ڈبوتے تھے۔ فرمایا، اس

ج ۲ صفحہ ۲۵۶ سے نیکوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔ م

۵۔ اسی میں زیر حدیث ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

اکل منه وبعث بفضله الی...... : قال العلماء فی هذه انه یستحب للآکل والشارب ان یفضل مما یاکل ویشرب فضلة لیواسی بها من بعده لا سیما ان کان ممن یتبرک بفضله۔ ج ۲ صفحہ ۱۸۳

اس میں سے کھایا اور پس خوردہ بھیج دیا، فرمایا، علماء کا کہنا ہے، کہ اس سے معلوم ہوا کھانے پینے والے کیلئے مستحب ہے، کہ کھانے پینے کی چیز میں سے کچھ بچا دے تاکہ بعد والوں کو بھی کچھ مل جائے، بالخصوص اگر یہ شخص ایسا ہو کہ اس کے پس خوردہ کو تبرک سمجھا جاتا ہو۔ (م)

۶۔ اسی میں زیر حدیث:

سأل عن موضع اصابعه فتتبع موضع اصابعه، فیه التبرک باثار الخیر فی الطعام وغیره۔ ج ۱ صفحہ ۱۔

آپ کی انگلیوں کی جگہ کے بارے میں دریافت کیا اور آپ کی انگلیوں کی جگہ کو تلاش کیا، فرمایا، اس سے ثابت ہوا کہ کھانے وغیرہ میں آثار خیر سے

تبرک حاصل کرنا چاہیے۔ م

۷۔ ایضاً، امام احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

فجعل الناس یتمسحون بوضوئہ، فرماتے ہیں، استنبط منہ التبرک لما یلامس اجساد الصالحین ج ۱ صفحہ ۳۸۱۔

تو لوگ آپ کے وضو کے پانی کو ملنے لگے، فرمایا، اس سے ثابت ہوا کہ جو چیز بھی نیکوں کے اجسام سے مس کرے اس سے تبرک حاصل کرنا چاہیئے۔ م

۸۔ اسی میں زیر حدیث:

انی واللہ ما سالتہ لالبسہا انما سألتہ لتکون کفنی فرمایا، فیہ التبرک بآثار الصالحین قال اصحابنا لا یندب ان یعد لنفسہ کفنا الا ان یکون من اثر ذی صلاح فحسن اعدادہ کما ھنا انتہی ملخصاً ج ۲ صفحہ ۳۲۴

بیشک، بخدا، میں نے اسے پہننے کے لئے طلب نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اسے اپنا کفن بنانے کے لئے طلب کیا تھا، فرمایا، اس سے نیکوں کے آثار سے تبرک ثابت ہوتا ہے، ہمارے اصحاب نے فرمایا، کسی شخص کے لئے اپنے لئے کفن تیار کر رکھنا جائز نہیں ہاں اگر وہ نیکوں

کے آثار والا کفن ہو تو اس کا
تیار کر لینا جائز ہے جیسا کہ
یہاں ہے = م

۹۔ مولانا علی قاری مکی متوفی سنہ ۱۰۱۴ھ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث سنن نسائی کے نیچے لکھا کہ طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیہ آب وضوئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور سے مانگ کر اپنے ملک کو لے گئے، یہ فائدہ لکھ کر کہ:

فیه التبرك بفضله صلی اللہ تعالی علیه وسلم ونقله الی البلاد نظیر ماء زمزم، فرمایا، ویؤخذ من ذلك ان فضلة وارثیه من العلماء والصلحاء كذالك ؛

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے بچے ہوئے پانی سے تبرک حاصل کرنا اور اس کو دوسرے ملکوں میں پہنچانا آب زمزم کی طرح جائز ہے، فرمایا، اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے وارثین علماء و صلحاء کے بچے ہوئے پانی سے بھی یہی، برتاؤ جائز ہے۔

مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی سنہ ۱۰۲۵ھ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا۔

" دریں حدیث استحباب تبرک است بہ بقیہ آب وضوئے

ولیس ماندہ آں حضرت ونقل آں ببلاد ومواضع بعیدہ مانند آب زمزم' د آنحضرت چوں در مدینہ می بود آب زمزم را از حاکم مکہ می طلبید وتبرک می ساخت وفضلہ وارثان او کہ علمار وصلحا اند وتبرک باثار وانوار ایشاں ہم بریں قیاس است"۔ ج اصفحہ ۱۷۱۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی ولیس خوردہ سے تبرک حاصل کرنا اور اس کو دور دراز ممالک میں منتقل آب زمزم کی طرح کرنا جائز ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے میں تھے تو مکہ کے حاکم سے آب زمزم مانگا اور اس سے تبرک حاصل کیا، آپ کے وارثین علمار وصلحا کے آثار وتبرکات وانوار کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے ۔ م۔

۱۱۔ امام علامہ احمد بن محمد مصری مالکی معاصر شیخ محقق دہلوی، نے کتاب مستطاب فتح المتعال فی مدح خیر النعال میں امام اجل خاتمۃ المجتہدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی شافعی متوفی ۷۵۶ھ کا ایک کلام نفیس تبرک بہ آثار امام شیخ الاسلام ابوزکریا نووی قدست اسرارہم میں نقل فرمایا:

وھذ الفظہ حکی جماعۃ من الشافعیہ إن الشیخ العلامۃ تقی الدین اباالحسن	اور یہ ہے ان کا ارشاد شافعیہ کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ تقی الدین

عليا السبكي الشافعي لما تولى
تدريس دار الحديث
بالاشرفية بالشام بعد
وفات الامام النواوي
احدى من يفتخر به
المسلمون خصوصاً الشافعية
أنشد لنفسه :

وفي دار الحديث لطيف معنى
الى بسط لها اصبو واوي
لعلي ان امس بحر وجهي
مكانا مسه قدم النواوي
واذا كان هذا في اثار
من ذكر فما بالك باثار
من شرف الجميع به :

سبکیؒ امام نواوی کی وفات
کے بعد شام کے دارالحدیث
میں درس حدیث کے لئے
مقرر کئے گئے (مسلمان بالخصوص
شافعیہ یہاں تدریس کو ایک
عظیم اعزاز سمجھتے تھے) تو یہ
اشعار کہے۔

دارالحدیث میں ایک لطیف
خصوصیت ہے اس کے بچھونوں
کی طرف مائل ہوں۔ شاید
میری جبین ناز کو اس مقام پر
لگنا نصیب ہو جہاں نووی کے
قدم لگے ہوں :

تو جب علمار کے آثار کا یہ حال
ہے تو اس ذات کے آثار کا
کیا حال ہوگا جن سے تمام کو
شرف حاصل ہوا۔

۱۲۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ فیوض الحرمین صفحہ ۲۰
میں لکھتے ہیں۔

من اراد ان يحصل له ما
للملاء السافل من الملئكة
فلا سبيل الى ذالك الا
الاعتصام بالطهارات
والحلول بالمساجد
القديمة التى صلى
فيها جماعات من
الاولياء الخ

جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسے
وہ مقام حاصل ہو جائے
جو فرشتوں کے نچلے طبقہ
کا ہے تو اس کے لئے اس
کے سوا کچھ چارہ نہیں، کہ
پاکیزگی کو لازم پکڑے اور
پرانی مساجد میں جائے
جہاں بزرگان دین نے،
نمازیں ادا کی ہیں۔ م

۱۳۔ اسی میں ہے، صفحہ ۴۹۔

ان الانسان اذا صار
محبوباً فكان منظوراً للحق
وللملاء الاعلى عروسا
جميلا فكل مكان حل
فيه التعقدت وتعلقت
به همم الملاء الاعلى
وانساق اليه افواج
الملئكة وامواج النور
لاسيما اذا كانت همته

انسان جب مقام محبوبیت
پر پہنچ جائے تو وہ حضرت حق
میں منظور ہوتا ہے اور ملاء اعلیٰ
کے لئے دلہن کی مانند ہوتا ہے
پھر ہر وہ جگہ جس میں وہ
اترے گا، اس کے ساتھ
ملاء اعلیٰ کی ہمتیں وابستہ
ہوں گی، فرشتوں کی فوجیں
اور نور کی موجیں اس کی

تعلقت بهذا المكان
والعارف الكامل معرفة
وحالا له همة يحل فيها
نظر الحق يتعلق باهله
وماله وبيته ونسله و
نسبه وقرابته واصحابه
يشمل المال والجاه وغيره
ويصلحها فمن ذالك
تميزت ماثر الكمل من
ماثر غيرهم ؞

طرف متوجہ ہوں گی، بالخصوص
جب اس کی ہمت اس مکان
سے متعلق ہوگی، اور وہ عارف
جو معرفت اور حال میں کامل
ہوتا ہے اس کی ہمت میں حق
تعالیٰ کی ایسی نظر ہوتی ہے جو
اس کے، اس کے اہل، مال، گھر
نسل، نسب، قرابت، دوست،
مال وجاہ وغیرہ سب ہی کا احاطہ
کرلیتی ہے اور ان تمام چیزوں
کی اصلاح کرتی ہے۔ اس لئے
کاملین کے آثار دوسروں کے
آثار سے ممتاز ہوئے۔

۱۴- اسی میں ہے، صفحہ ۵۷:

ان قام المعرفة لروحه
تحديق وعناية بكل شئ
من طريقة ومذهبه
وسلسلة ونسبه وقرابته
واكل مايليه وينسب اليه

جب وہ مقام معرفت پر فائز
ہوتا ہے تو اس کی روحانی
عنایت اس کی ہر چیز کی طرف
متوجہ ہوتی ہے، اس کے طریقے
اس کے مذہب، سلسلے النسب

وعنایته هذه یختلط بها عنایة الحق ؛

قرابت، غرضکہ ہر اس چیز کی طرف ہو جاتی ہے جسے اس سے تعلق ہوتا ہے، اور اس کی عنایت کے ساتھ عنایت الٰہیہ بھی مل جاتی ہے ؛ م۔

۱۵۔ یہی شاہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں۔

ازیں جاست حفظ اعراس مشائخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں واعتنائے تمام کردن بہ تعظیم آثار واولاد ومنتسبان ایشاں ؛

اس سے معلوم ہوا کہ پابندی سے مشائخ کا عرس منانا، ان کی قبروں کی پابندی سے زیارت کرنا، فاتحہ، صدقہ، اور ان کے آثار، اولاد اور نسبت رکھنے والوں سے مکمل توجہ کا برتاؤ کرنا ؛ م۔

۱۶۔ انھیں شاہ صاحب کی انفاس العارفین میں ہے:
در حرمین، شخصے از بزرگان خود کلاہ حضرت غوث الثقلین تبرک یافتہ بود۔ شبے در واقعہ حضرت غوث الاعظم را دید کہ می فرمایند کہ ایں کلاہ بہ ابو القاسم اکبر آبادی برساں۔ آں شخص برائے امتحاں یک جبہ قیمتی ہمراہ

آں کلاہ کردہ گفت کہ ایں ہر دو تبرک حضرت غوث الاعظم ہستند، حکم شد کہ بہ شما رسانم۔ حضرت شاں بسیار خوش شدہ گرفتند، آں شخص گفت کہ برائے شکر حصول ایں تبرک اہل شہر را دعوت کنید، فرمودند کہ وقت صبح بیائید، مردمان بسیار بوقت صبح آمدند وطعام ہائے خوب خوردند و فاتحہ خواندند بعد ازاں پرسیدند کہ شما مرد فقیر ہستید ایں قدر طعام از کجا آمد، فرمود کہ جبہ را فروختم و تبرک را نگاہ داشتم، ہمہ گفت کہ للہ الحمد کہ تبرک بہ مستحق رسید۔

حرمین میں ایک شخص (جو اپنے ہی بزرگوں میں سے تھا) کے پاس غوث الثقلین کی ٹوپی تھی۔ ایک رات اس نے خواب میں غوث الاعظم کو دیکھا، فرما رہے تھے، یہ ٹوپی ابوالقاسم اکبر آبادی کو پہنچا دو، اس شخص نے بطور آزمائش ایک قیمتی جبہ بھی اس ٹوپی کے ہمراہ کر دیا، اور کہا یہ دونوں تبرکات آپ کو غوث اعظم نے بھجوائے ہیں۔ آپ بہت خوش ہوئے اس شخص نے کہا، ان تبرکات کے ملنے کی خوشی میں اہل شہر کی دعوت کیجئے۔ فرمایا، صبح آنا، صبح بہت لوگ آئے اور خوب کھانے کھائے، اور فاتحہ

پڑھی، اس کے بعد دریافت کیا، آپ تو فقیر منش لوگ ہیں، آتنا کھانا کہاں سے آیا؟ فرمایا، تبرک تو میں نے حفاظت سے رکھا اور جبّہ فروخت کرکے دعوت کی وہ شخص بولے، خدا کا شکر ہے، تبرک مستحق کو پہنچا۔ م.

اسی طرح صدہا عبارات ہیں، جن کے حصر و استقصا[1] میں محل طمع نہیں، یہ سب ایک طرف، فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہ حدیث سے ثابت کرے کہ خود حضور پر نور سید یوم النشور افضل صلوات اللہ تعالیٰ واجل تسلیماتا علیہ وعلیٰ آلہ وذریاتہ آثار مسلمین سے تبرک فرماتے وللہ الحجۃ البالغہ۔ طبرانی معجم اوسط اور ابونعیم حلیہ میں حضرت سیدنا وابن سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یبعث الی المطاہر فیوتی بالماء فیشربہ یرجو بہ برکۃ ایدی المسلمین۔

یعنی، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کی طہارت گاہوں، مثل حوض وغیرہ سے جہاں اہل اسلام وضو کیا کرتے پانی منگا کر نوش فرماتے اور

---

[1] مکمل طور پر بیان کرنا۔ م

اس سے مسلمانوں کے ہاتھوں

کی برکت لینا چاہتے صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وکرم۔

علامہ عبدالرؤف مناوی، تیسیر ج ۲ صفحہ ۲۶۹ پھر علامہ علی ابن احمد عزیزی سراج المنیر ج ۳ صفحہ ۱۴۷ شروح جامع صغیر میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں بہ اسناد صحیح۔ علامہ محمد حنفی اپنی تعلیقات علی الجامع میں فرماتے ہیں:

یرجوا به برکته الخ لانهم محبوبون لله تعالیٰ بدلیل ان الله یحب التوابین و یحب المتطهرین:

یعنی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیہ آب وضوئے مسلمین میں اس وجہ سے امید برکت رکھتے کہ وہ محبوبان خدا ہیں، قرآنِ مجید میں فرمایا۔ بیشک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے طہارت والوں کو۔

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اعلیٰ واجل اکبر

یہ حضور پر نور سید المبارکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جن کی خاک نعلین پاک تمام جہان کے لئے تبرک دل وجاں و سرمۂ چشم دین و ایماں ہے، وہ اس پانی کو جس میں مسلمانوں کے ہاتھ دھلے تبرک

ٹھہرائیں اور اسے منگا کر بہ غرض حصولِ برکت نوش فرمائیں، حالانکہ واللہ مسلمانوں کے دست وزبان ودل وجان میں جو برکتیں ہیں سب انھیں نے عطا فرمائیں، انھیں کے نعلین پاک کے صدقے میں ہاتھ آئیں۔ یہ سب تعلیم امت وتنبیہ مشغولان خواب غفلت کے لئے تھا، کہ یوں نہ سمجھیں تو اپنے مولیٰ وآقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل سن کر بیدار اور برکت آثار اولیاء وعلماء کے طلب گار ہوں پھر کیسا جاہل ومحروم وہ نافہم ملوم کہ محبوبان خدا کے آثار کو تبرک نہ جانے اور اس سے حصول برکت نہ مانے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ واولیائہ وعلمائہ وامتہ وحزبہ اجمعین اٰمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل سوم

مسئلہ غرہ[1] ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں، علمائے دین اس مسئلے میں کہ تبرک آثار شریفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیسا اور اس کے لئے ثبوت یقینی،

---

[1] ربیع الاول کی پہلی تاریخ۔ م۔

درکار ہے یا صرف شہرت کافی ہے اور نعلین شریفین کی تمثال[1] کو بوسہ
دینا کیسا ہے اور اس سے توسل جائز ہے یا نہیں اور بعض لوگ یوں کرتے
ہیں کہ تمثال نعل شریف کے اوپر بعد بسم اللہ کے لکھتے ہیں اللھم ارنی
برکۃ صاحب ھذین النعلین الشریفین اور اس کے نیچے،
دعائے حاجت لکھتے ہیں، یہ کیسا ہے بینوا توجروا۔

فی الواقع آثار شریفہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبرک

الجواب: سلفاً و خلفاً زمانۂ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک بلا نکیر رائج و معمول
اور باجماع مسلمین مندوب و محبوب، بکثرت احادیث صحیحہ و صحیح بخاری و
مسلم وغیرہما صحاح و سنن و کتب حدیث اس پر ناطق جن میں بعض کی
تفصیل فقیر نے کتاب البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ
میں ذکر کی اور ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلا حاجت نہیں
اس کی تحقیق و تنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم و تبرک سے باز رہنا
سخت محرومی و کم نصیبی ہے۔ ائمہ دین نے صرف حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے اس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔ امام
قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

من اعظامہ واکبارہ صلی — آپ کی تعظیم کا ایک طریقہ یہ

---

[1] تصویر: م۔

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ واکرام مشاہدہ وامکنتہ من مکۃ والمدینۃ ومعاہدہ وما لمسہ علیہ الصلاۃ والسلام او عرف بہ ؎

بھی کہ آپ کے تمام متعلقات، اور آپ سے متعلق تمام مقامات مکہ، مدینہ اور تمام ان چیزوں کی تعظیم کی جائے جن کو آپ نے مس کیا ہو یا جن کا تعلق آپ سے معروف ہو۔ م۔

اسی طرح طبقۃً فطبقۃً شرقاً غرباً عجماً عرباً، علمائے دین وائمہ معتمدین نعل مطہر حضور سید البشر علیہ افضل الصلاۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے، کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے، آنکھوں سے لگانے، سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفع امراض وحصول اغراض میں اس سے توسل فرمایا کئے اور بفضل الٰہی عظیم وجلیل برکات وآثار اس سے پایا کئے۔ علامہ ابوالیمن ابن عساکر وشیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف کیں اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجمع وانفع تصانیف سے ہے۔ محدث علامہ ابوالربیع، سلیمان بن سلیم کلاعی وقاضی شمس الدین ضیف اللہ رشیدی وشیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری وسید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح وشیخ محمد بن فرج سبتی وشیخ محمد بن رشید فہری سبتی وعلامہ احمد بن محمد تلمسانی، موصوف وعلامہ ابوالیمن ابن عساکر وعلامہ ابوالحکم مالک بن

عبدالرحمٰن بن علی مغربی و امام ابوبکر احمد ابن امام ابو محمد عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی وغیرہم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نقشۂ نعل مقدس کی مدح میں قصائد عالیہ تصنیف فرمائے ان سب میں اسے بوسہ دینے سر پر رکھنے کا حکم و استحسان مذکور اور یہی مواہب لدنیہ امام علامہ احمد قسطلانی و شرح مواہب علامہ زرقانی وغیرہما کتب جلیلہ میں مسطور وقد[1] اکثر ذلک فی کتابنا المذکور۔

علماء فرماتے ہیں جس کے پاس یہ نقشۂ متبرکہ ہو ظلم ظالمین و شر شیاطین و چشم زخم حاسدین سے محفوظ رہے، عورت درد زہ کے وقت اپنے داہنے ہاتھ میں لے، آسانی ہو۔ جو ہمیشہ پاس رکھے نگاہ خلق میں معزز ہو، زیارت روضہ مقدس نصیب ہو یا خواب میں زیارت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہو۔ جس لشکر میں ہو نہ بھاگے جس قافلے میں ہو نہ لٹے، جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے۔ جس مال میں ہو نہ چرے جس حاجت میں اس سے توسل کیا جائے پوری ہو۔ جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں حاصل ہو۔ موضع درد و مرض پر اسے رکھ کر شفائیں ملی ہیں۔ مہلکوں مصیبتوں میں اس سے توسل کر کے نجات و فلاح کی راہیں کھلی ہیں۔

اس باب میں حکایات صلحاء و روایات علماء بکثرت ہیں کہ امام

---

[1] اور ہم نے اس کے اکثر کا خلاصہ اپنی مذکورہ کتاب میں کر دیا ہے = م۔

تلمسانی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں اور بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجئے کہ نعل مقدس قطعاً تاج فرق اہل ایماں ہے مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شے سے اجل واعظم وارفع واعلیٰ ہے یوں ہی تمثال میں بھی احتراز چاہیئے۔ تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نام الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور کے نعل اقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے، مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالت استعمال و تمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت بدیہی ہے اور اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانوران صدقہ کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللہ[1] داغ فرمایا تھا، حالانکہ ان کی رانیں بہت محل بے احتیاطی ہیں بلکہ سنن دارمی شریف میں ہے:

اخبرنا مالك بن اسمٰعیل ثنا مندل بن علی الغزی حدثنی جعفر بن ابی المغیرۃ عن سعید بن جبیر قال کنت اجلس الی ابن عباس فاکتب فی الصحیفۃ	مالک بن اسمٰعیل نے اپنی سند سے سعید بن جبیر سے روایت کی انھوں نے فرمایا میں ابن عباس کے بیٹھتا تھا اور صحیفہ پر لکھتا تھا، جب وہ پر ہوجاتا تھا تو میں اپنی جوتی پلٹ کر

[1] اللہ کی راہ میں روکے ہوئے۔ م۔

حتی تمتلی ثم اقلب نعلی فاکتب فی ظهورھما واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اس کی پشت پر لکھ لیتا تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ م۔

فصل چہارم

مسئلہ مسئولہ حضرت سید حبیب اللہ زعبی دمشقی طرابلسی جیلانی وارد حال بریلی۔ ۷ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ جو لوگ تبرکات شریف بلا سند لاتے ہیں، ان کی زیارت کرنا چاہیئے یا نہیں اور اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج کل مصنوعی تبرکات زیادہ لئے پھرتے ہیں۔ یہ ان کا کہنا کیسا ہے اور جو زائر کچھ نذر کرے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص خود مانگے اس کا مانگنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار وتبرکات شریفہ کی تعظیم دین مسلمان کا فرض عظیم ہے۔ تابوت سکینہ جس کا ذکر قرآنِ عظیم میں ہے جس کی برکت سے نبی اسرائیل ہمیشہ کافروں پر فتح پاتے اس میں کیا تھا:

بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰی موسیٰ وہارون علیہما الصلاۃ

وَاٰلُ هٰرُوْنَ ط والسلام کے چھوڑے ہوئے
تبرکات سے کچھ بقیہ تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کا عمامہ وغیرہا وہذا تواتر سے ثابت کہ جس چیز کو کسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ بدن اقدس سے چھونے کا ہوتا، صحابہ وتابعین وائمہ دین ہمیشہ اس کی تعظیم وحرمت اور اس سے طلب برکت فرماتے آئے۔ اور دین حق کے معظم اماموں، نے تصریح فرمائی، کہ اس کے لئے کسی سند کی بھی حاجت نہیں بلکہ جو چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائر دین سے ہے۔ شفا شریف ومواہب لدنیہ ومدارج شریف وغیرہا میں ہے:

من اعظامه صلی الله تعالٰی علیه وسلم اعظام جمیع اسبابه وما لمسه او عرف به صلی الله تعالی علیه وسلم۔

یعنی، رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہے ان تمام اشیاء کی تعظیم جن کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ علاقہ ہو اور جنھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوا ہو یا جو حضور کے نام پاک سے مشہور ہوں۔

یہاں تک کہ برابر ائمہ دین وعلمائے معتمدین نعل اقدس کی شبیہ

ومثال کی تعظیم فرماتے رہے اور اس سے صدہا عجیب مددیں پائیں، اور اس کے باب میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جب نقشے کی یہ برکت وعظمت ہے تو خود نعل اقدس کی عظمت و برکت کو خیال کیجئے پھر ردائے[1] اقدس وجُبّۂ مقدسہ وعمامۂ مکرمہ پر نظر کیجئے۔ پھر ان تمام آثار و تبرکات شریفہ سے ہزاروں درجے اعظم و اعلیٰ و اکرم و اولیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناخن پاک کا تراشہ ہے کہ یہ سب ملبوسات تھے اور وہ جزءِ بدن والا ہے اور اس سے اجل و اعظم و ارفع و اکرم حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک کا موئے[2] مطہر ہے۔ مسلمان کا ایمان گواہ ہے کہ ہفت آسمان و زمین ہرگز اس ایک موئے مبارک کی عظمت کو نہیں پہنچتے اور ابھی تصریحات ائمہ سے معلوم ہوگیا کہ تعظیم کے لئے نہ یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند بلکہ صرف نام پاک سے اس شے کا اشتہار کافی ہے۔ ایسی جگہ بے ادراک سند تعظیم سے باز نہ رہے گا۔ مگر بیمار دل پر آزار دل جس میں نہ عظمت شانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروجہ کافی نہ ایمان کامل۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ	اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے
كَذِبُهٗ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا	جھوٹ کا وبال اس پر اور اگر
یُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ	وہ سچا ہے تو تمہیں پہنچ

---

[1] چادر شریف : م۔ [2] بال شریف : م۔

یَعِدُکُمْ۔ جائیں گے بعض وہ عذاب جن کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔

اور خصوصاً جہاں سند بھی موجود ہو پھر تو تعظیم و اکرام و تکریم سے باز نہیں رہ سکتا۔ مگر کوئی کھلا کافر یا چھپا منافق والعیاذ باللہ تعالیٰ، اور یہ کہنا کہ آج کل اکثر لوگ مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں، اگر یوں ہی مجمل بلا تعیین شخص ہو، یعنی کسی شخص پر اس کی وجہ سے الزام یا بدگمانی مقصود نہ ہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں اور بلا ثبوت شرعی کسی خاص شخص کی نسبت حکم لگا دینا کہ یہ انھیں میں سے ہے جو مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں، ضرور ناجائز و گناہ و حرام ہے، کہ اس کا منشا صرف بدگمانی ہے اور بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

ائمہ دین فرماتے ہیں:

انما ینشوء الظن الخبیث من القلب الخبیث۔ خبیث گمان خبیث دل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

✓ تبرکات شریفہ جس کے پاس ہوں ان کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا کچھ مانگنا سخت شنیع ہے۔ جو تندرست ہو اعضاء صحیح رکھتا ہو، نوکری خواہ مزدوری اگرچہ ڈلیا ڈھونے کے ذریعے سے

روٹی کما سکتا ہو اسے سوال کرنا حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحل الصدقۃ لغنی	غنی یا سکت والے تندرست
ولا لذی مرۃ سوی ؛	کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

علماء فرماتے ہیں:

ما جمع السائل بالتکدی	سائل جو کچھ مانگ کر جمع کرتا ہے
فھو الخبیث ؛	وہ خبیث ہے۔

اس پر ایک تو شناعت یہ ہوئی، دوسری شناعت سخت تر یہ ہے کہ دین کے نام سے دنیا کماتا ہے اور یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا کی قبیل میں داخل ہوتا ہے۔ تبرکات شریفہ بھی اللہ عزوجل کی نشانیوں سے عمدہ نشانیاں ہیں، ان کے ذریعے سے دنیا کی ذلیل قلیل پونجی حاصل کرنے والا دنیا کے بدلے دین بیچنے والا ہے۔ شناعت سخت تر یہ ہے کہ اپنے اس مقصد فاسد کے لئے تبرکات شریفہ کو شہر بہ شہر در بہ در لئے پھرتے ہیں اور ہر کس و ناکس کے پاس لے جاتے ہیں۔ یہ آثار شریفہ کی سخت توہین ہے۔

خلیفہ ہارون رشید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے دار الہجرۃ میں سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی تھی، کہ ان کے یہاں جا کر خلیفہ زادوں کو پڑھا دیا کریں۔ ارشاد فرمایا کہ میں علم کو ذلیل نہ کروں گا، انھیں پڑھنا منظور ہے تو خود حاضر ہوا کریں، عرض کی وہیں حاضر

ہوں گے مگر اور طلبا رپسان کو تقدیم دی جائے۔ فرمایا یہ بھی نہ ہوگا، سب یکساں رکھے جائیں گے۔ آخر خلیفہ کو یہی منظور کرنا پڑا۔ یونہی امام شریک نخعی سے خلیفۂ وقت نے چاہا تھا کہ ان کے گھر جا کر شہزادوں کو پڑھا دیا کریں۔ آپ نے انکار کیا، خلیفہ نے کہا، آپ امیرالمومنین کا حکم ماننا نہیں چاہتے۔ فرمایا یہ نہیں بلکہ میں علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔

رہا یہ کہ بے اس کے مانگے زائرین کچھ اسے دیں۔ اور یہ لے اس میں تفصیل ہے شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے المعھود عرفا کالمشروط[1] لفظاً جو لوگ تبرکات شریفہ شہر بشہر لئے پھرتے ہیں ان کی نیت و عادت قطعاً معلوم کہ اس کے عوض تحصیل زر و جمع مال چاہتے ہیں۔ یہ قصد نہ ہو تو کیوں دور دراز سفر کی مشقت اٹھائیں، ریلوں کے کرائے دیں اگر کوئی ان میں زبانی کہے بھی کہ ہماری نیت فقط مسلمانوں کو زیارت سے بہرہ مند کرنا ہے تو ان کا حال ان کے قال کی صریح تکذیب کر رہا ہے ان میں علی العموم وہ لوگ ہیں، جو ضروری ضروری طہارت و صلوٰۃ سے بھی آگاہ نہیں۔ اس فرض قطعی کے حاصل کرنے کو کبھی دس پانچ کوس یا شہر ہی کے کسی عالم کے پاس گھر سے آدھ میل جانا پسند نہ کیا۔ مسلمانوں کو زیارت کرانے کے لئے ہزاروں کوس سفر کرتے ہیں۔ پھر جہاں زیارتیں ہوں اور لوگ کچھ نہ دیں، وہاں ان صاحبوں کے غصے دیکھئے پہلا

---

[1] جو چیز عرفاً طے شدہ ہوتی ہے وہ لفظاً مشروط کی طرح ہے۔ م۔

حکم یہ لگایا جاتا ہے، کہ تم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ محبت نہیں، گویا ان کے نزدیک محبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ایمان اسی میں منحصر ہے کہ حرام طور پر کچھ ان کی نذر کر دیا جائے پھر جہاں کہیں ملے بھی مگر ان کے خیال سے تھوڑا ہو، ان کی سخت شکایتیں اور مذمتیں ان سے سن لیجئے، اگرچہ وہ دینے والے صلحاء و علماء ہوں۔ اور مال حلال سے دیا ہو۔ اور جہاں پیٹ بھر کے مل گیا، وہاں لمبی چوڑی تعریفیں لے لیجئے، اگرچہ وہ دینے والے فسّاق، فجّار بلکہ بدمذہب ہوں اور مال حرام سے دیا ہو، تو قطعاً معلوم ہے کہ وہ زیارت نہیں کراتے مگر لینے کے لئے اور زیارت کرانے والے بھی جانتے ہیں کہ ضرور کچھ دینا پڑے گا تو اب یہ صرف سوال ہی نہ ہوا بلکہ بحسب عرف زیارت شریفہ پر اجارہ ہو گیا، اور وہ بہ چند وجہ حرام ہے۔ اولاً زیارت آثار شریفہ کوئی ایسی چیز نہیں جو زیر اجارہ داخل ہو سکے:

کما صرح بہ فی الدر المختار وغیرہ ان ما یوخذ من النصاریٰ علیٰ زیارۃ بیت المقدس حرام وھذا اذا کان حراما اخذہ من کفار دار الحرب کالروم وغیرھم فکیف من

جیسے درمختار وغیرہ میں ہے کہ بیت المقدس کی زیارت کے سلسلے میں نصاریٰ سے جو لیا جاتا ہے وہ حرام ہے تو جب دار الحرب کے کافروں سے، جیسے رومی وغیرہم سے لینا حرام ہے تو مسلمانوں سے لینا کیسے

المسلمین ان ھو الا ضلال مبین ۔ جائز ہو، یہ تو کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

ثانیاً اجرت مقرر نہیں ہوتی۔ کیا دیا جائے گا۔ اور جو اجارے شرعاً جائز ہیں، ان میں بھی اجرت مجہول رکھی جانا اسے حرام کر دیتا ہے نہ کہ جو سرے سے حرام ہے کہ حرام در حرام ہوا اور یہ حکم جس طرح گشتی صاحبوں کو شامل ہے۔ مقامی حضرات بھی اس سے محفوظ نہیں جبکہ اسی نیت سے زیارت کراتے ہوں، اور ان کا یہ طریقہ معلوم و معروف ہو۔ ہاں اگر کسی بندۂ خدا کے پاس کچھ آثار شریفہ ہوں اور وہ انہیں بہ تعظیم اپنے مکان میں رکھے اور جو مسلمان اس کی درخواست کرے محض لوجہ اللہ اسے زیارت کرا دیا کرے، کبھی کسی معاوضے، نذرانے کی تمنا نہ رکھے، پھر اگر وہ آسودہ حال نہیں اور مسلمان بطور خود قلیل یا کثیر بنظر اعانت اسے کچھ دے تو اس کے لے لینے میں اس کو کچھ حرج نہیں باقی گشتی صاحبوں کو عموماً اور مقامی صاحبوں میں خاص ان کو جو اس امر یا اخذ نذور کے ساتھ معروف و مشہور ہیں، شرعاً جواز کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی، مگر ایک وہ یہ کہ خدائے تعالیٰ ان کو توفیق دے نیت اپنی درست کریں اور شرط عرفی کے رد کے لئے صراحتاً اعلان کے ساتھ ہر جلسے میں کہہ دیا کریں کہ مسلمانوں یہ آثار شریفہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا فلاں ولی معزز و مکرم کے ہیں، کہ محض خالصاً لوجہ اللہ تمہیں ان کی زیارت کرائی جاتی ہے ہرگز ہرگز کوئی بدلا یا معاوضہ مطلوب نہیں اس کے بعد

اگر مسلمان کچھ نذر کریں تو اسے قبول کرنے میں کچھ حرج نہ ہوگا۔

فتاوٰے قاضی خاں وغیرہ میں ہے: انّ الصریح یفوق الدلالۃ[1] اور اس کی صحت نیت پر دلیل یہ ہوگی کہ کم پر ناراض نہ ہو، بلکہ اگر جلسے گزر جائیں لوگ فوج فوج زیارتیں کرکے یونہی چلے جائیں اور کوئی پیسہ نہ دے جب بھی اصلا دل تنگ نہ ہو اور اسی خوشی اور شادمانی کے ساتھ مسلمانوں کو زیارت کرایا کرے۔ اس صورت میں یہ لینا دینا دونوں جائز و حلال ہوں گے اور زائرین و مزوِّر[2] دونوں باعانت مسلین کا ثواب پائیں گے۔ اس نے سعادت و برکت دے کر ان کی مدد کی، انھوں نے دنیا کی متاع قلیل سے فائدہ پہنچایا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ رواہ مسلم فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے تو اسے چاہیئے کہ نفع پہنچائے:

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اللہ فی عون العبد ما دام	اللہ اپنے بندے کی مدد میں ہے

---

[1] بیشک صریح دلالت سے بالاتر ہے۔ م [2] زیارت کرانے والا۔ م۔

العبد فی عون اخیہ ؎ جب تک بندہ اپنے بھائی کی
مدد میں ہے۔

رواہ الشیخان۔

علی الخصوص جب یہ تبرکات والے حضرات سادات کرام ہوں
تو اب ان کی خدمت اعلیٰ درجے کی برکت وسعادت ہے۔ حدیث میں
ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جو شخص اولاد عبدالمطلب میں سے کسی کے ساتھ اچھا
سلوک کرے اور اس کا صلہ دنیا میں نہ پائے۔ میں بہ نفس
نفیس روز قیامت اس کا صلہ عطا فرماؤں گا۔"

اور اگر زیارت کرانے والے کو اس کی توفیق نہ ہو تو زیارت کرنے
والے کو چاہیئے کہ خود ان سے صاف صراحتہً کہہ دے کہ نذر کچھ نہیں
دی جائے گی، خالصاً لوجہ اللہ اگر آپ زیارت کراتے ہیں کرائیے۔ اس
پر اگر وہ صاحب نہ مانیں، ہرگز زیارت نہ کرے، کہ زیارت ایک مستحب
ہے اور یہ لین دین حرام۔ کسی مستحب شے کے حاصل کرنے کے واسطے،
حرام کو اختیار نہیں کر سکتے اشباہ ونظائر وغیرہا میں ہے: ما حرم اخذہ
حرم اعطاؤہ۔ درمختار میں ہے الآخذ والمعطی آثمان اسی
درمختار میں تصریح ہے کہ جو تندرست ہو اور کسب پر قادر ہو اسے دینا

---

۵ جس کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ۱۲م ۲ دینے اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں ۱۲م

حرام ہے، کہ دینے والے اس سوال حرام پر اس کی اعانت کرتے ہیں اگر نہ دیں خواہی نخواہی عاجز ہو اور کسب کرے اور اگر اس کی غرض زیارت کرنے والے صاحب نے قبول کرلی تو اب سوال و اجرت کا قدم درمیان سے اٹھ گیا، بے تکلف زیارت کرے، دونوں کے لئے اجر ہے اس کے بعد حسب استطاعت ان کی نذر کردے۔ یہ لینا دینا دونوں کے لئے حلال اور دونوں کے لئے اجر ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ فقیر کا یہی معمول ہے اور توفیق خیر اللہ تعالیٰ سے مسئول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصلِ پنجم

مسئلہ بتاریخ ۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

جناب من ایک نئی بات سنی گئی ہے، اس کی بابت عرض کرتا ہوں۔ اطمینان فرمایئے۔

سوال:۔ نقل روضۂ منورہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نقل روضۂ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تعزیئے میں کیا فرق ہے، شرعاً کس کی تعظیم کم و بیش کرنا چاہیئے، اعنی[1] کون

---

[1] میری مراد یہ ہے = م۔

افضل ہے۔ اور زیارت کرنا نقل روضۂ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درست ہے یا نہیں یعنی نقل روضۂ منورہ کو جو مقبول حسین خاں کے یہاں ہے، بعض لوگ یوں کہتے ہیں، کہ کاریگر کی کاریگری دیکھ لو لفظ زیارت کا کہنا اور وقت زیارت درود شریف پڑھنا اور مثل اصل کے تعظیم کرنا نادرست ہے ہرگز نہیں چاہیئے۔ اتنا کہنا تو مثل کی نسبت درست کہتے ہیں، الّا بالکل تعظیم کرنا محض برا بتاتے ہیں اور ایسے کرنے والے کو مثل ہنود کے جانتے ہیں۔ اس کا کیا جواب ہے۔

الجواب: روضۂ منورہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقل صحیح بلاشبہ معظمات دینیہ سے ہے۔ اس کی تعظیم وتکریم بروجہ شرعی ہر مسلمان صحیح الایمان کا مقتضائے ایمان ہے

ع اے گل بتو خورسندم تو بوئے کسے داری

اس کی زیارت بہ آداب شریعت اور اس وقت درود شریف کی کثرت ہر مومن کی شہادت قلب وبداہت عقل سے مستحب ومطلوب ہے علامہ تاج فاکہانی فجر منیر میں فرماتے ہیں:

من فوائد ذلك ان من	یعنی، روضۂ مبارک سید عالم
لم یمکنه زیارة الروضة	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقل
فلیزر مثالها فلیستلمه	میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے
مشتاقا لانه ناب مناب	اصل روضۂ اقدس کی زیارت
الاصل کما قد ناب مثال	نہ ملے، وہ اس کی زیارت

نعله الشريفة مناب عينها في المنافع والخواص لشهادة التجربة الصحيحة ولذا جعلوا له من الاكرام والاحترام ما يجعلون للمنوب عنه.

کرے اور شوق دل کے ساتھ اسے بوسہ دے، کہ یہ نقل اسی اصل کی قائم مقام ہے جس پر صحیح تجربہ گواہ ہے وبہذا علمائے دین نے اس کی نقل کا اعزاز واکرام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔

اسی طرح دلائل الخیرات ومطالع المسرات وغیرہما معتبرات میں ہے۔ اس بحث کی تفصیل جمیل فقیر کے رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ ۱۳۱۵ھ میں ہے۔ یہاں لفظ زیارت کی ممانعت محض جہالت ہے۔ اور معاذ اللہ درود شریف کی ممانعت اور سخت حماقت اور صراحۃً شریعت مطہرہ پر افترا وتہمت ہے۔ علامہ طاہر فتنی، مجمع البحار میں اپنے استاذ حضرت عارف باللہ سیدی علی متقی مکی، وہ اپنے استاد امام ابن حجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں

من استقيظ عند اخذ الطيب وشمه الى ما كان عليه صلى الله تعالى عليه وسلم من محبته للطيب وعليه وسلم لما وقر في

جس شخص نے خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت حضور کی خوشبو سے محبت کو یاد کیا اور آپ پر درود وسلام پڑھا، کیونکہ اس کے دل میں آپ کی :

قلبہ من جلالتہ واستحقاقہ
علیٰ کل امتہ ان یلحظوا
بعین نہایۃ الاجلال عند
رویۃ شئ من اثارہ او ما
یدل علیہا فھوات بما
لہ فیہ اکمل الثواب الجزیل
وقد استحبہ العلماء لمن
رأی شیئاً من اثارہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ولاشک ان من استحضر
ماذکرتہ عند شمہ
للطیب یکون کالرائی
بشی من اثارہ الشریفۃ
فی المعنی فلیس بہ الا اکثار
من الصلوٰۃ والسلام علیہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حنیئذٍ اھ مختصراً ۔

عظمت و وقار کا جذبہ تھا اور
اسی وجہ سے وہ آپ کے آثار
شریفہ کو عزت کی نگاہ سے
دیکھتا تھا، تو اس نے بڑے
ثواب کا کام کیا اور درود شریف
کو علمار نے اس کے لئے مستحب
قرار دیا ہے، جو آپ کے آثار شریفہ
میں کسی کا ملاحظہ کرے، اور ظاہر
ہے کہ خوشبو سونگھتے وقت حضور
کی یاد کرتا ہے وہ معنیً آپ کے
آثار شریفہ کا ملاحظہ کرتا ہے اس
لئے اسے اس وقت بہ کثرت
درود شریف پڑھنا چاہیئے۔ م۔

اسی ارشاد جمیل میں صاف تصریح جلیل ہے کہ تمام امت پر
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ جب حضور پر نور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ سے کوئی چیز دیکھیں یا وہ شے دیکھیں، جو حضور کے آثار شریفہ سے کسی چیز پر دلالت کرتی ہو، تو اس وقت کمال ادب و تعظیم کے ساتھ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور لائیں اور درود شریف کی کثرت کریں، ولہذا جو خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت یاد کرے کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے تھے، وہ بھی گویا معنیٰ آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے اسے اس وقت درود پڑھنے کی کثرت مسنون ہونی چاہیئے، تو نقل روضہ مبارک صاف صاف مایدل علیہا میں داخل ہے، اس کی زیارت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور حضور پر درود و تسلیم کیوں نہ مستحب ہوگی۔ ایسی تعظیم کرنے والے کو معاذ اللہ کفار و مشرکین کے مثل بتانا سخت ناپاک کلمۂ بیباک ہے۔ قائل جاہل پر توبہ فرض ہے، بلکہ از سر نو کلمۂ اسلام کی تجدید کرکے، اپنی عورت سے نکاح دوبارہ کرے کہ اس نے بلاوجہ مسلمانوں کو مثل کفار بتایا۔

رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالکفر و قال عدو اللہ ولیس کذلک الا حار علیہ ۔ رواہ الشیخان عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جس نے کسی شخص کو کافر کہا اور دشمن خدا کہا اور وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ اس پر جاری ہوگا۔ اسے شیخین نے ابو ذر سے روایت کیا: م:

یوں ہی اگر روضۂ شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم وجفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر محض بہ نیت تبرک بے آمیزش منکرات شرعیہ مکان میں رکھتے تو شرعاً کوئی حرج نہ تھا، مگر حاشا تعزیہ ہرگز اس کی نقل نہیں، نقل ہونا درکنار بنانے والوں کو نقل کا قصد بھی نہیں، ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت جسے اس اصل سے نہ کچھ علاقہ نہ نسبت۔ پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق کسی میں اور بیہودہ طمطراق پھر کوچہ بکوچہ ودشت بہ دشت اشاعتِ غم کے لئے ان کا گشت۔ اور اس کے گرد سینہ زنی ماتم سازشی کی شور افگنی، حرام مرثیوں سی نوحہ کنی، عقل ونقل سے کٹی چھنی۔ کوئی ان کھپچیوں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے۔ کوئی مشغول طواف۔ کوئی سجدے میں گرا ہے، کوئی اس مایہ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام عالی مقام سمجھ کر اس ابرک پنی سی مرادیں مانگتا ہے، منتیں مانتا ہے، عرضیاں باندھتا، حاجت روا جانتا ہے پھر باقی تماشے باجے تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرۂ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسموں نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا۔ پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، ریا وتفاخر اعلانیہ ہوتا ہے، پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے۔ روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزق الٰہی کی بے ادبی

ہوتی ہے۔ پیسے مٹی ریتے میں گر گر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے، مگر نام تو ہو گیا، کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں۔ اب بہار عشرہ کے پھول کھلے تاشے باجے بجتے چلے۔ رنگ رنگ کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم۔ شہوانی میلوں کی پوری رسوم جشن فاسقانہ۔ یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ ڈھانچہ بعینہا حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کے پاک جنازے ہیں

ع اے مومنو اٹھاؤ جنازہ حسین کا

گاتے ہوئے مصنوعی کربلا پہنچے وہاں کچھ نوچ آثار باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہدائے کرام کربلا علیہم الرضوان والثنا کا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور بدعات سے توبہ دے آمین۔

تعزیہ داری کہ اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے، قطعاً بدعت وناجائز و حرام ہے۔ ان خرافات کے شیوع نے اصل مشروع کو بھی اب مخدور ومحظور کر دیا کہ اس میں اہل بدعت سے مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے۔ وما یؤدی الی محظور محظور حدیث شریف میں ہے:

اتقوا مواضع التهم، لہٰذا دربارہ کربلائے معلیٰ اب صرف کاغذ پر صحیح نقشہ لکھا ہوا محض بہ قصد تبرک بے آمیزش منہیات پاس

رکھنے کی اجازت ہو سکتی ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ
واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدالمذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بالنبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم